جناب میر اکرم صاحب بلند۔ ایم ایل سی
شیر فرزند میر
Ferozepore. city

رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۲۹۶

هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ ط

ایڈیٹر میر قاسم علی احمدی

فاروق

قادیان

تاریخہائے اشاعت ہر انگریزی ماہ کی ۷-۱۴-۲۱-۲۸

جلد ۲۲ | قادیان دارالامان مورخہ ۲۶ ربیع الاول ۱۳۵۶ھ مطابق ۷ جون ۱۹۳۷ء | نمبر ۹

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تحریک قرضہ ایک لاکھ

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ کا ارشاد ہے۔ کہ ایک لاکھ روپیہ مخلصین جماعت سے بطور قرضہ حسنہ جمع کیا جائے۔ جو پانچ سال میں واپس دیا جائے گا۔ جو دوست اس قدر لمبے عرصہ کے لئے قرض نہ دے سکتے ہوں۔ وہ اس سے کم عرصہ کے لئے قرض دیں۔ مگر یہ عرصہ ایک سال سے کم نہیں ہونا چاہیئے۔

اس قرضہ میں ایک سو روپیہ اور اس سے اوپر کی رقمیں (حتی الوسع پورے سینکڑوں میں) قبول کی جاتی ہیں۔ قرضہ کی رقم زکوٰۃ سے مستثنیٰ ہوتی ہے۔ جو دوست تنہا ایک سو روپیہ دینے کی استطاعت نہ رکھتے ہوں۔ وہ کسی اور دوست کے ساتھ مل کر اس تحریک میں شامل ہو سکتے ہیں۔

اس تحریک میں ابھی بہت گنجائش ہے۔ مخلص احباب جماعت سے امید کی جاتی ہے کہ وہ حصہ لے کر عند الناس مشکور و عند اللہ ماجور ہوں۔

فرزند علی عفی عنہ (ناظر بیت المال)

عرفانی صاحب کا تار تعزیت

سکندر آباد دکن ۱۱ بجکر ۵۴ منٹ ۲۷ مئی ۳۷ء

میر قاسم علی صاحب۔

انا للہ۔ آپ کی اہلیہ صاحبہ کی وفات پر میری دلی تعزیت منظور فرمائی جاوے۔ خدا آپکو صبر جمیل اور مرحومہ کو مغفرت عطا فرمائے۔ آمین۔

دشیخ یعقوب علی) عرفانی

غمزدہ قاسم۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ آپکی برادرانہ مخلصانہ ہمدردی کا شکر گذار ہوں۔

تاریخ رحلت

از پئے تاریخ رحلت مجھکو گوہر فکر تھی
ناگہاں آئی مرے کانوں میں یہ شیریں صدا
والدہ مشتاق کی اب بلبل فردوس ہیں
صاحب صد عیش و عشرت ۱۳۵۶ طوطیٔ نغمہ سرا ۱۳۵۶

(ذوالفقار علی خان گوہر رامپوری)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

میری اہلیہ کی وفات پر مجھ سے ہمدردی

گذشتہ اشاعت میں ناظرین فاروق کو اطلاع دی جا چکی ہے۔ کہ میری اہلیہ ۲۲ رمئی ۳۷ء کو بوقت مغرب یکایک حرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ سے اپنے خدا سے جا ملیں۔ خدا مغفرت کرے آمین۔ ان کی وفات پر جس مخلصانہ ہمدردی اور دلی رنج و غم کا اظہار بزرگان قادیان تمام مردوں اور عورتوں نے کیا۔ وہ میرے خستہ جگر اور شکستہ دل کے لئے سریع التاثیر مرہم تھا۔ مجھے اپنی زندگی میں ایسا صدمہ کبھی نہیں ہوا۔ جو اس رفیقہ حیات کی وفات سے ہوا۔ اگر میرے بزرگ بھائی اور بہنیں جنہوں نے غیر معمولی طور پر اس صدمہ جانکاہ کے موقعہ پر حق تعزیت ادا کیا۔ میری دلداری اور دلجوئی نہ فرماتے۔ تو مجھے زندگی دوبھر ہو جاتی۔ اور یہ سب خدا تعالیٰ کا فضل اور حضرت مسیح موعودؑ کی برکت ہے۔ جس نے مجھے ایسے غمخوار اور غمگسار دینی رشتہ دار بخشے۔ جن کا مقابلہ لحمی اور شحمی اعزا و اقارب سے ظہور میں آنا محض خیالِ خام تھا۔ مجھے میری بیوی کی موت سے جو صدمہ پہنچا۔ وہ تو ناگزیر تھا۔ مگر اس موقعہ پر میرے ایمان اور عرفان میں جو اضافہ ہوا۔ وہ میرے لئے عقبیٰ میں کام آنے والا ہے۔ اور وہ یہ کہ مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی برکات اور قوت قدسی پر یقین میں بڑی بھاری ترقی ہوئی۔ کہ حضورؑ نے ایسی جماعت پیدا کر دی۔ جو رواجی طور پر نہیں۔ دنیا کے دکھاوے کے لئے نہیں۔ منہ ملاحظہ کے لئے نہیں۔ بلکہ حقیقی طور پر اپنے ایک ناچیز بھائی کے رنج کو اپنا رنج اور اسکی راحت کو اپنی راحت تصور کرتی ہے۔ سب سے بڑھ کر میری تسلی کے لئے وہ تار تھا۔ جو میرے پیارے آقا و امام حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہٖ نے سندھ سے تعزیت کا ارسال فرمایا۔ جس نے مجھے مسیحائی کا جلوہ دکھایا۔ اور بروقت اس تار کے پہنچنے سے میرے نیم مردہ جسم میں روح پڑ گئی۔ یہ امیر المؤمنین کی غریب نوازی ہے۔ کہ وہ اپنے غلاموں کی غمگساری اور دلجوئی میں ہر موقعہ پر سبقت فرماتے ہیں۔ خدا تعالیٰ ان کی عمر و دولت و اقبال اور عرفان میں بے حد ترقی فرمائے۔ اور حاسدین کو نیچا دکھاوے۔ قادیانی احباب کے علاوہ بیرونجات کے دوستوں نے جن الفاظ میں درد بھرے دل کے ساتھ میرے اس غم میں شرکت فرمائی اور یہ سلسلہ ابھی جاری ہے۔ وہ بھی حضورؑ جری اللہ فی حلل الانبیاء کی تعلیم و تزکیہ کا نتیجہ ہے۔ اس کثرت سے بیرونی احباب کے خطوط اور تار انفرادی اور جماعتی طور پر اظہار رنج و الم کے صادر ہوئے۔ اور ہو رہے ہیں۔ جو سب کے سب اس قابل ہیں۔ کہ ان کا ذکر شکریہ کے ساتھ کیا جاوے۔ لیکن ان کی تعداد اتنی ہے۔ کہ کئی ماہ تک بھی ان کو اخبار میں شائع کرتا رہوں۔ تو وہ ختم نہ ہوں گے۔ میں بہت سے مقامات پر زندگی بسر کر چکا ہوں۔ دہلی جیسے شاہی شہر میں عرصہ دراز رہا ہوں۔ اور حضرت مسیح موعود ؑ کے حکم کے ماتحت رہا ہوں۔ مگر جو راحت۔ جو آرام جو تسکینِ قلب۔ اور جو پاکیزہ زندگی اور بے فکری اور امن و امان قادیان میں حاصل ہوا۔ وہ دنیا بھر میں کسی خطہ میں حاصل نہیں ہو سکتا تھا۔ جس سے میں خوب اچھی طرح جان گیا۔ کہ حقیقی طور پر اگر

فردوس بر روئے زمین است
ہمین است و ہمین است و ہمین است

کا مصداق خدا کے رسول کا تخت گاہ اور صحیح معنوں میں دار الامان قادیان ہی ہے۔ اور یہی وہ جگہ ہے۔

جہاں پر رات دن مولیٰ تری رحمت برستی ہے
یہاں کا ہی مرنا اور یہاں کا ہی جینا سلامتی کا
مرنا جینا ہے۔

الٰہی زندگی ہو تو میری قادیان میں ہو
مقام موت بھی ہو تو میرا قادیان میں ہو۔ آمین

میں ان تمام بزرگان و برادران و خواتین کا سچے دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ جنہوں نے میرے غم میں شرکت فرمائی۔ اور بہ حیثیت سے بڑھ کر مجھ سے اظہار ہمدردی فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو اس کا اجرِ عظیم دین و دنیا میں عطا فرمائے۔ اور ہر بلا سے بچائے۔ اور ان کی دلی مرادیں بر لائے۔ آمین۔ آخر میں میں اپنے پیارے امام و آقا سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہٖ سے نہایت عاجزانہ درخواست کرتا ہوں۔ کہ حضور اپنے اس غلام کے لئے خاص توجہ سے دعا فرمائیں۔ کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور مرحومہ کے پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ اور اپنی خادمہ مرحومہ کی مغفرت کے لئے بحضور رب العالمین دعا فرمائیں۔ کہ خداوند رحیم و کریم اسکو جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ اور اسکی روح پر رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین

انشاء اللہ میں آئندہ اشاعتوں میں ان تمام خطوں میں سے جو میرے مہربانوں اور دلی محبوں نے بھیجے۔ چند خطوط شائع کروں گا۔ جس سے مرحومہ مغفورہ کے اخلاق اور حسن سلوک اور مہمان نوازی اور شفقت علی الناس اور ہمدردی مخلوق کا پتہ لگے۔ اور وہ اس غرض سے شائع کرونگا۔ تاکہ ناظرین فاروق اور میرے ہمدردانِ شہادتوں اور گواہیوں کو جو مؤمنین کی ایک جماعت کی جماعت کی طرف سے ہونگی۔ ملاحظہ فرما کر مرحومہ کے لئے دردِ دل سے مغفرت کی دعائیں فرمائیں۔ اور عند اللہ اجر پائیں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فاروق

جلد ۲۲ | قادیان دارالامان مورخہ ۷ رجون ۱۹۳۷ء | نمبر ۹

ثنائی مشن

سوئے من اے بدگماں از بدگمانی ہا مبیں
فتنہ ہا ہنگر چہ قدر اندر ممالک زادہ اند

دنیا تاریک تھی۔ انسان اخلاق اور روحانیت سے عاری تھے۔ اہل مذاہب بدتر حالت میں زندگی بسر کر رہے تھے۔ ہر طرف روحانی قحط پڑ رہا تھا۔ اور خشک سالی سے روحانیت کے پودے مرجھا گئے تھے۔ مسلمان اسلام کی کشتی کو منجدھار میں دیکھ کر بے چین و سراسیمہ ہو رہے تھے۔ مادیت کی بادِ سموم نے اسلام کے نونہال فرزندان اور چمنِ اسلام کی نوشگفتہ کلیوں کو پامال خزاں بنا دیا تھا۔ اور اپنے و بیگانے اسلام کے مستقبل کو تاریک اور اس کے مقدس اور پاک اور نافع وجود کو عنقریب مٹ جانیوالا نقش تصور کر رہے تھے۔ علماء کی بداعمالی۔ تکفیر بازی۔ اور خانہ جنگی نے اسلام کو سخت صدمہ پہنچایا۔ کہلانے والے صوفیاء اور ظاہر پرستوں کے افراط اور تفریط نے اسلام کی شکل کو مسخ کر دیا۔ رحمتِ خداوندی جوش میں آئی۔ اور اس ظلمت فشاں روحانی رات میں مطلعِ آفتاب (مشرق) سے نورِ خدا کا ظہور ہوا۔ اسلام کی کشتی کا ناخدا۔ گلشنِ اسلام کا باغبان اور روحانیت کا مصلح اعظم آبِ حیات لئے دنیا میں نمودار ہو گیا۔ وہ اسلام کا ایک کامیاب جرنیل تھا۔ غیر مذاہب کے تیروں اور بھالوں کے سامنے سینہ سپر ہوا۔ شیطانی طاقتوں سے اس نے ایک کامیاب جنگ کی۔ جس کا نتیجہ اسلام کی شاندار فتح اور اس کا درخشندہ مستقبل تھا۔ اس نے مردہ روحوں میں نفخ فرما کر اعجاز مسیحائی کا اظہار کیا۔ اور گمراہان طریقت کو واصل باللہ بنا کر مہدویت کی حقیقت کو آشکار فرمایا۔ فی الواقع وہ سچا مسیح موعود اور برحق مہدی مسعود تھا۔ خدا کی لاکھوں لاکھ برکات اور صلوات اس پر اور اس کے مطاع سید الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم پر ہوں۔ اور تا ابد ہوتی رہیں۔ آمین۔

نادانوں نے خیال کیا۔ کہ مرزا غلام احمدؑ ایک کمزور انسان ہے۔ اس کے ساتھ کوئی جتھا نہیں ہم اس کو بآسانی مٹا دیں گے۔ وہ اس نور کو بجھانے اور خدا کے اس پودے کو بیخ و بن سے اکھاڑنے پر آمادہ ہو گئے۔ مگر یہ آواز انسانی آواز نہ تھی۔ کہ انسان اس کو دبا سکتے۔ یہ خدائی قرنار اور آسمانی نعرہ تھا۔ ازل سے مقدر تھا۔ کہ آخری زمانہ میں قادیان کی گمنام اور چھوٹی سی بستی اور مرزا غلام احمدؑ قادیانی کی معمولی سی شخصیت کے ذریعہ خدا تعالیٰ کی تجلیات قدرت کا ظہور ہوگا۔ مشیت ایزدی کو یہی منظور تھا۔ کہ یہ پودا بڑھے۔ پھلے اور پھیلے۔ دنیا اس کے سایہ تلے آرام کرے۔ اس لئے جب تاریکی کے فرزند اکٹھے ہو کر خدا کے جری پر حملہ آور ہوئے۔ تو خدا خود اسکی حمایت کے لئے اترا۔ اس نے اس ضعیف اور مظلوم کی تائید میں وہ نشانات اور معجزات دکھائے۔ جو دنیا نے مدتوں سے نہ دیکھے تھے۔ اسکی قہری اور رحمانی تجلیات نے قلوب کا احاطہ کر لیا۔ دشمن بھاگ گئے۔ اور خدا کا شیر میدان میں للکارتا رہا۔ ؎

اے آنکہ سوئے من بدیدی بصد تبر
از باغباں بترس کہ من شاخِ مثمرم

پنڈت پادریوں اور علماء کی ان تھک کوششوں۔ منصوبہ بازیوں اور ہر قسم کی شر انگیزیوں کے باوجود احمدیت کا شجر بڑھا۔ اور پنجاب۔ ہندوستان۔ افغانستان۔ ایران۔ شام۔ فلسطین۔ مصر۔ جاوا۔ سماٹرا آسٹریلیا۔ امریکہ۔ نائیجیریا۔ افریقہ اور بلاد یورپ وغیرہ اقالیم دنیا میں اسکی شاخیں پھیل گئیں۔ اور احمدیت کے حلقہ بگوش سینکڑوں۔ ہزاروں اور لاکھوں ہو گئے۔ اللّٰھم زد فزد۔ کیا چشمِ بصیرت کے لئے اس میں سبق نہیں؟

قومیں آنے والے موعود کے لئے چشم براہ تھیں اسکی آمد کی منتظر تھیں۔ حالات دنیا اس کے ظہور کے مقتضی تھے۔ سو خدا کا موعود عین وقت مقررہ اور الٰہی نوشتوں کے مطابق ظاہر ہوا۔ آسمانی نشانات اور سماوی تائیدات کے ساتھ آیا۔ مگر آہ! قوم اسکی شنوا نہ ہوئی۔ اس نے امم ماضیہ کے طریق پر خدا کے پیارے کے ساتھ تکذیب و استہزاء کا طریق اختیار کیا۔ اسے گالیاں دیں۔ اس پر پتھر برسائے۔ جھوٹے مقدمات کئے۔ قتل کے منصوبے باندھے۔ اس کے متبعین کا کلی طور پر مقاطعہ کیا گیا۔ کھانا اور پانی تک بند کر دیا گیا۔ ہاں اس کے روحانی جگر گوشوں کو پتھروں کی بارش سے سنگسار کیا گیا۔ سب کچھ ہوا۔ زمینی تدبیروں میں سے کوئی تدبیر باقی نہ رہی۔ دشمنانِ حق کے ترکش

Digitized by Khilafat Library Rabwah

خالی ہو گئے۔ ان کی زبانیں تھک گئیں۔ مگر خدا کا کام نہ رکنا تھا نہ رُکا۔

علماء ایک بڑی طاقت سمجھی جاتی تھی۔ اس سے ٹکرانا پہاڑ سے سر مارنا سمجھا جاتا تھا۔ کہا جاتا تھا۔ کہ "ان حضرات (علماء) کی مخالفت سے کبھی کامیابی نہ ہوگی"۔ (اہلحدیث ۲۱ رجون ۱۲ء) مگر کون جانتا تھا کہ اب وہ وقت آگیا ہے۔ کہ اس پہاڑ کو ریزہ ریزہ کر دیا جاوے۔ اور اس قدیمی بت کو جو اسلام کے دامن پر ایک بدنما دھبہ ہے۔ فولاد ابراہیمی سے پاش پاش کر دیا جاوے۔ علماء اپنے غرورِ علم میں اٹھے۔ اور مفتی اپنے فتووں کے بل کھڑے ہوئے۔ تا خدا کے بندہ کی راہ بند کر دیں۔ اور اس مقناطیسی طاقت کی طرف جذب ہونے والوں کو روک دیں۔ مگر ان کا شیشہ غرور چُور چُور ہو گیا۔ اور علم روحانی بمعارف قرآنی۔ اور اعجاز تحدی کے میدان میں وہ منہ کے بل گرے۔ ان کے فتووں کی دیوار طالبانِ صداقت کو روک نہ سکی۔ اور خدا کا کلمہ بلند ہُوا۔ بھلا کون ہے۔ جو خدا کے کام کو روک سکے؟

مسلمان کہلانے والوں نے صدی[1] کے سر پر ظاہر ہونے والے موعود کو قبول نہ کیا۔ اور آسمان سے جسم سمیت اترنے والے مسیح کے لئے ٹکٹکی باندھے دیکھتے رہے۔ بھلا آسمان پر کوئی گیا ہو۔ تو آوے۔ یہود ایلیاء نبی کے آسمان سے اترنے کے آج تک قائل اور اس کے نزول کے لئے آہ و بکا کرتے ہیں۔ مگر ایلیاء نہیں آنا۔ اور نہ آئے گا۔ آنے والا آچکا۔ انہوں نے اسے شناخت نہ کیا۔ یہی حال آج اسلام کے ان نام لیواؤں کا ہے۔ مسیح و مہدی کا ظہور ہو چکا۔ مگر یہ ہنوز اپنے خیالات میں ہی محو ہیں۔ انتظار مہدی میں زمانہ گذر گیا۔ اور اب یاس و ناامیدی کی حالت پہنچ گئی ہے۔ اس لئے بہتر ہے۔ کہ وہ اب بھی جلد اس خیر خواہانہ آواز پر توجہ کریں۔ ورنہ یاد رہے۔ ؎

سر کو پیٹو آسماں سے اب کوئی آتا نہیں
عمر دنیا سے بھی اب تو آگیا ہفتم ہزار

آج سے بیس سال قبل عوام کی بڑھتی ہوئی روحانی تشنگی کو عارضی سہارا دینے کے لئے لکھا گیا تھا:-

"خواجہ صاحب (حسن نظامی صاحب) نے لکھا ہے۔ کہ ممالک اسلامیہ کے سفر میں جتنے مشائخ اور علماء سے ملاقات ہوئی۔ میں نے ان کو امام مہدی کا بڑی بے تابی سے منتظر پایا۔ شیخ سنوسی کے ایک خلیفہ سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے تو یہاں تک کہہ دیا۔ کہ اسی ۱۳۳۰ھ میں امام ممدوح ظاہر ہو جائیں گے"۔ (اہلحدیث ۲۶ رجنوری ۱۹۱۲ء صلہ)

۱۳۳۰ھ چھوڑ آج ۱۳۵۶ھ بھی ختم ہونے کو ہے۔ مگر بجز اسی صادق مہدی کے جو سرزمین ہند اور قادیان (رکدعہ) کی بستی سے ظاہر ہُوا۔ کوئی امام مہدی ظاہر نہ ہُوا۔ کیا ابھی وقت نہیں آیا۔ کہ ہمارے بھائی ان طفل تسلیوں کی بجائے راہِ حق کو قبول کریں؟ لوگ کہتے ہیں۔ کہ ابھی مسیح موعود کے ظہور کا وقت نہیں آیا۔ لیکن میں کہتا ہوں۔ کہ اگر آپ اغیار کے حملوں سے ناواقف ہیں۔ حصارِ اسلام پر کفر کی یورشوں سے آگاہ نہیں۔ دین حنیف کی نازک اور نحیف حالت کا آپ کو پتہ نہیں۔ تو آیئے مسلمان کہلانے والوں کی حالت اور وہ بھی مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کی زبانی پڑھ لیجئے۔ لکھا ہے:-

(الف) "عجیب عجیب قسم کے خرافات اپنے ذہنوں میں ڈال رکھے ہیں۔ بعینہٖ وہی عقائد باطلہ جن کی تغلیط کے لئے خدا نے ہزارہا انبیاء[1] بھیجے تھے۔ ان نام کے مسلمانوں نے اختیار کر لئے ہیں"۔ (تفسیر ثنائی جلد اول صلہ)

(ب) "ایسے افعال شنیعہ اور اطوار قبیحہ مسلمانوں میں بھی عام طور پر مروج ہو گئے ہیں۔ کتاب اللہ قرآن کریم چھوڑ کر نبذوا کتاب اللہ وراء ظھورھم کے مصداق بن رہے ہیں۔ جھوٹی روایات اور قصص واہیات کے بیان کا موقع اب ہمارے ممبر ہیں۔ قرآن کریم جو عین وعظ تھا۔ اور وعظ کے لئے ہی اترا تھا۔ اور اسے ہی حضور اقدس فداہ روحی ہمیشہ اپنے خطبوں میں پڑھ کر لوگوں کو وعظ و نصیحت کرتے تھے اسی کی یہ حالت ہے۔ کہ خطبوں میں بھی اسکو جگہ نہیں ملتی۔ وہ جگہ بھی مروج خطب مصنفہ نے کہ جن میں بعض نظم اور بعض نثر ہیں۔ اپنے لئے مخصوص کر لی ہے۔ ہاں تبرکاً اگر کوئی آیت منہ سے نکل جائے۔ تو اور بات ہے۔ واحسرتا! اس روز ہم کیا جواب دیں گے۔ جب ہم پر اس مضمون کی نالش ہو جاویگی۔ وقال الرسول یارب ان قومی اتخذوا ھذا القرآن مھجورًا" (تفسیر ثنائی جلد ۱ صلہ)

(ج) "؎

مولوی اب طالبِ دنیائے جیفہ ہو گئے
وارث علم پیمبر کا پتہ لگتا نہیں"

(اہلحدیث ۳۱ رمئی ۱۹۱۲ء)

میرے بھائیو! اس قوم کی ہی جو اسلام کی محافظ مقرر ہوئی تھی۔ جب اعتقادی اور عملی حالت ایسی بھیانک ہو گئی۔ تو کیا ابھی شک ہے۔ کہ وعدہ الٰہی انا نحن نزلنا الذکر وانا لہٗ لحافظون (رحجر ع۱) کے مطابق موعود کے ظاہر ہونے کا یہی وقت ہے؟ کیا ہی سچا اور راستباز انسان تھا۔ جس نے فرمایا:-

؎ وقت تھا وقتِ مسیحا نہ کسی اور کا وقت
میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا

جب قرآن کریم جیسا دُرِّ یتیم اور لعل بے بہا حقیر گردانا گیا۔ اسے پسِ پشت پھینکا۔ اسکی آیات کو منسوخ قرار دیا گیا۔ اس منظم کلام کو بے ربط اور بے ترتیب بتایا گیا۔ ہاں جب اس کے الفاظ کو انسانی

---

[1] حدیث صحیح میں ہے۔ ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا (ابن ماجہ) اس حدیث کے صحیح ہونے کا منکر بے علم ہے۔ (نور مصباح الزجاجۃ علی سنن ابن ماجہ صلہ)

[1] جب ضرورت موجود ہے۔ تو نبیوں کا آنا کیونکر بند مانتے ہو؟ (ابوالعطاء)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

الفاظ کہا گیا۔ اسے گذشتہ قصص کا مجموعہ بتایا گیا احادیث کو اس پر قاضی مانا گیا۔ تب خداوند تعالےٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ تا وہ اس قیمتی خزانہ کی قدر و قیمت سے آگاہ کریں حضورؑ کوئی نئی شریعت نہ لائے۔ احکام شریعت میں کوئی تغیر یا تبدل نہیں کیا۔ ہاں قرآن مجید کے خوبصورت چہرہ کو روشن کر دیا۔ اس میں ناسخ و منسوخ کے غلط عقیدہ کو دور فرمایا۔ ہاں وہ نایاب موتی اور بیش قیمت لعل دوبارہ دنیا کے سامنے پیش کر دیا۔ اس مقدس انسان کی تعلیم کا خلاصہ اسی کے الفاظ میں یہ ہے:۔

(الف) "تمہارے لئے ایک ضروری تعلیم یہ ہے۔ کہ قرآن شریف کو مہجور کی طرح نہ چھوڑ دو۔ کہ تمہاری اسی میں زندگی ہے۔ جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے۔ وہ آسمان پر عزت پائیں گے۔ جو لوگ ہر ایک حدیث اور ہر ایک قول پر قرآن کو مقدم رکھیں گے۔ ان کو آسمان پر مقدم رکھا جائیگا۔ نوع انسان کے لئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن۔ اور تمام آدم زادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں۔ مگر محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم۔ سو تم کوشش کرو۔ کہ سچی محبت اس جاہ و جلال کے نبی کے ساتھ رکھو۔ اور اس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو۔ تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ۔ اور یاد رکھو۔ کہ نجات وہ چیز نہیں۔ جو مرنے کے بعد ظاہر ہوگی۔ بلکہ حقیقی نجات وہ ہے۔ کہ اسی دنیا میں اپنی روشنی دکھلاتی ہے۔ نجات یافتہ کون ہے؟ وہ جو یقین رکھتا ہے۔ جو خدا سچ ہے۔ اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم اس میں اور تمام مخلوق میں درمیانی شفیع ہے۔ اور آسمان کے نیچے نہ اس کے ہم مرتبہ کوئی اور رسول ہے۔ اور نہ قرآن کے ہم مرتبہ کوئی اور کتاب ہے۔ اور کسی کے لئے خدا نے نہ چاہا۔ کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے۔ مگر یہ برگزیدہ نبی ہمیشہ کے لئے زندہ ہے۔" (کشتی نوح صـ۱۳)

(ب) "قرآن شریف صرف قصہ گو کی طرح نہیں۔ بلکہ اس کے ہر ایک قصہ کے نیچے ایک پیشگوئی ہے۔" (براہین حصہ پنجم صـ۱۱۲)

(ج) "قرآن کے ہر ایک ایسے فقرہ کے نیچے ایک خزانہ ہے۔ جس کو کافروں کے ہاتھ مخالفانہ حربہ سے منہدم کر کے جھوٹ کے رنگ میں دکھلانا چاہتے ہیں۔" (اربعین ۴ صـ۱۵)

اے خدا کے نام لیوا لوگو! کیا تم قرآن مجید کے ایسے عاشق اور محمد عربی صلے اللہ علیہ وسلم کے ایسے دلدادہ کو کافر اور دجال کہتے ہو۔ خدا سے ڈر جاؤ۔

کشت دین کی آبیاری بہت بڑی کامیابی چاہتی ہے۔ اور قربانی ہمیشہ انسان کے نتائج پر یقین اور عزم کے ماتحت ہوتی ہے۔ جو قوم نعمت یقین سے محروم ہوتی ہے۔ اس کا ہر دن اس کے تنزل کا باعث ہوتا ہے۔ ان میں نہ عزم ہوتا ہے۔ نہ قربانی۔

ع علیٰ قدر اھل العزم تاتی العزائم

خدا تعالےٰ کے نبی زندہ یقین کا منبع ہوا کرتے ہیں۔ اس لئے ابتدائے آفرینش سے سنت اللہ اسی طور پر واقع ہوئی ہے۔ کہ وہ معترضین کا معقول رنگ میں منہ بند کرنے کے بعد نبیوں کی غیر معمولی نصرت کر کے تمام اعتراضات کا اصولی جواب دیتا ہے۔ فرمایا۔ ولقد کذبت رسل من قبلک فصبروا علیٰ ما کذبوا واوذوا حتیٰ اتاھم نصرنا ولا مبدل لکلمات اللہ ولقد جاءک من نباء المرسلین (الانعام ۴۶) اور نصرت الٰہی کی علامت یہی ہوتی ہے۔ کہ ان کو پاکیزہ۔ عزیمت والی اور قربانی کرنے والی جماعت دی جاتی ہے۔ جیسا کہ فرمایا:۔

اذا جاء نصر اللہ والفتح ورأیت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجًا (پ۳۰) نبی خود زندہ ہوتا ہے۔ وہ اپنے متبعین میں بھی زندگی کی روح پھونک دیتا ہے۔

(باقی آئندہ)

(ابوالعطا جالندھری)

دیانندی مشن

دائمی نجات پر آریوں کا دوسرا اعتراض

(۲)

دوسرا اعتراض ہمارے دائمی بہشت پر آریہ یہ کرتے ہیں۔ کہ روح محدود ہے۔ وہ غیر محدود سکھ برداشت نہیں کر سکتی۔ چنانچہ سوامی صاحب لکھتے ہیں:۔

"جس قدر بوجھ کوئی اٹھا سکے۔ اس قدر اس پر رکھنا عقلمندوں کا کام ہے۔ جیسے ایک من بوجھ اٹھا سکنے والے کے سر پر دس من رکھنے سے بوجھ رکھنے والے کی برائی ہوا کرتی ہے۔ ویسے ہی ذرا سے علم اور طاقت والے جیو پر لا انتہا سکھ کا بوجھ رکھ دینا ایشور کے لئے ٹھیک نہیں۔" (ستیارتھ پرکاش صـ۲۷۵ طبع اول صـ۳۱۹)

پہلا جواب

ایک الزامی جواب سنو۔ امید ہے۔ کہ یہ جواب آگے کبھی نہ سنا ہوگا۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ اگر روح محدود ہو کر غیر محدود سکھ برداشت نہیں کر سکتی۔ تو بتاؤ۔ کہ محدود روح غیر محدود زندگی کس طرح برداشت کر سکتی ہے؟ اور تم جو روح کو ازلی ابدی مانتے ہو۔ یعنی اسکی زندگی اور اس کے وجود کے وقت کو غیر محدود مانتے ہو۔ تو کیوں مانتے ہو؟ کیا محدود روح غیر محدود زندگی برداشت کر سکتی ہے؟ اگر کر سکتی ہے۔ تو وہ غیر محدود سکھ بھی برداشت کر سکتی ہے۔ جو جواب تم اس کا دو گے۔ وہی ہماری طرف سے سمجھ لو۔ آریو سچ بتاؤ۔ کہ ایسا قاطع جواب پہلے بھی سنا ہے؟ ہرگز نہیں۔ دیکھو جس طرح روح محدود ہے۔ مگر اسکی زندگی اور اسکی بقاء محدود نہیں۔ اسی طرح سکھ محدود ہے۔ مگر بہشت میں اسکا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سکھ محدود نہیں۔ کیونکہ جو محدود روح غیر محدود زندگی برداشت کر سکتی ہے۔ وہ محدود ہو کر غیر محدود سکھ بھی برداشت کر سکتی ہے۔ مَاھُوَ جَوَابُکُمْ فَھُوَ جَوَابُنَا۔

دوسرا جواب

حقیقی جواب یہ ہے۔ کہ آریوں کے نزدیک روح کی زندگی غیر محدود ہے۔ مگر وہ اس کے سکھ کو غیر محدود ماننے کے لئے تیار نہیں۔ حالانکہ وہ نہیں جانتے۔ کہ سکھ کس کا نام ہے؟ سنو! سکھ کوئی نئی بات نہیں۔ بلکہ اچھی حالت میں زندہ رہنے کا ہی نام سکھ ہے۔ پس جو شخص محدود روح کی زندگی اور بقاء کو غیر محدود مان سکتا ہے۔ اسے روح کے غیر محدود سکھ ماننے میں ذرا سا بھی تأمل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ سکھ نئی چیز نہیں۔ بلکہ زندہ رہنے ہی کی ایک حالت کا نام سکھ ہے۔ کیونکہ زندہ رہنے کی دو حالتیں ہیں۔ آرام میں یا تکلیف میں۔ پس آریو! تم یہ تو مانتے ہو۔ کہ روح ہمیشہ رہے گی۔ اب کوئی نہ کوئی حالت تو اسکی ہوگی۔ بغیر کسی حالت کے تو وہ ہو ہی نہیں سکتی۔ پس ہم کہتے ہیں۔ کہ بہشت میں روح ہمیشہ رہے گی۔ اور رہے گی بھی آرام میں۔ خلاصہ یہ کہ چونکہ آریہ روح کے زمانہ کو غیر محدود مانتے ہیں۔ اس لئے اس کے سکھ کو غیر محدود ماننے میں کوئی مضائقہ انہیں نہ ہونا چاہیئے۔ کیونکہ سکھ اور دکھ زندگی کی حالتوں ہی کے دو نام ہیں۔ آرام میں زندگی ہوئی۔ تو سکھ اور تکلیف سے زندگی بسر کی۔ تو دکھ۔ غرض سکھ کوئی نئی بات نہیں۔ بلکہ زندگی ہی کی ایک حالت کا نام ہے۔ اور چونکہ روح کی زندگی غیر محدود ہے۔ اس لئے سکھ بھی غیر محدود ہو سکتا ہے۔

تیسرا جواب

آؤ تمہیں ایک اور تسلی بخش جواب سنائیں۔ سنو! ہم جو تسلیم کرتے ہیں۔ کہ روح کو غیر محدود سکھ ملے گا۔ تو کیا ہمارا اس سے یہ مطلب ہوتا ہے۔ کہ بہشت میں ایک منٹ کے اندر ساری اگلی پچھلی نعمتیں روح پر لاد دی جاتی ہیں۔ اور تمام پھل اور کھانے پینے کی چیزیں اور استعمال کرنے کی اشیاء جو ابدالآباد تک ملتی ہیں۔ وہ سب اکٹھی کر کے روح کے سر پر رکھدی جاتی ہیں؟ اگر واقعہ میں یہ ہمارا مذہب ہوتا تو بے شک باطل ہوتا۔ اور بے شک آریہ اعتراض کر سکتے تھے۔ کہ روح محدود ہے۔ ایک وقت میں غیر محدود نعمتیں وہ کس طرح استعمال کر سکتی ہے۔ مگر ہمارا تو یہ مذہب ہی نہیں۔ بلکہ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ روح کا قیام بہشت میں غیر محدود ہے۔ اور سکھ بھی غیر محدود ہے۔ مگر اس طرح نہیں۔ کہ ایک وقت میں سارا سکھ وہ محسوس کرے گی۔ اور پھر وہ ختم ہو جاوے گا۔ بلکہ روح بھی ہمیشہ رہے گی۔ اور سکھ بھی ساتھ ساتھ ہر وقت قسط وار محسوس کریگی۔ کھانے کے وقت کھانا۔ پینے کے وقت پینا۔ سیر کے وقت سیر کرنا۔ دوستوں کی ملاقات کے وقت ملاقات۔ غرض سکھ کی زنجیر ہوگی۔ جس کی کڑیاں سلسلہ وار یکے بعد دیگرے روح محسوس کریگی۔ یہ نہیں۔ کہ بہشت میں داخل ہوتے وقت یکدم ساری عمر کے پھل اور کھانے کھا کر پیٹ پھاڑے گی۔ بلکہ روز کھائے گی۔ اور روز پیئے گی۔ ہر صبح فائدہ اٹھاوے گی۔ اور ہر شام لذت حاصل کرے گی۔ اور سکھ کی زنجیر کو کڑیوں وار طے کریگی۔ اور راحت کے اجزاء کو قسط وار حاصل کرے گی۔ ہر روز روزِ عید ہوگا اور ہر شب شب برات ہوگی۔ ایک ہی دن سارے پھل نہ کھالے گی۔ بلکہ ہر روز کھائیگی۔ صرف ایک ہی دن جنت کی نہریں غٹا غٹ نہ پیئے گی۔ بلکہ روزانہ قسط وار۔ پس یہ اعتراض ہی سرے سے غلط ہے۔ کہ محدود روح غیر محدود سکھ کس طرح برداشت کریگی۔ کیونکہ بہشت کا سکھ جو غیر محدود ہے۔ اس کے یہ معنی نہیں۔ کہ سکھ کا کوئی غیر محدود ڈھیر ہے۔ کہ جس کے نیچے محدود روح دب جاوے گی۔ بلکہ صرف اس قدر مطلب ہے۔ کہ جس طرح بہشت میں روح کے زندہ رہنے کا زمانہ غیر محدود ہے۔ اسی طرح سکھ کا زمانہ بھی غیر محدود ہے۔ یعنی نہ زندگی ختم ہوگی نہ سکھ ختم ہوگا۔ بلکہ زندگی کے ساتھ ساتھ مناسب مقداریں متواتر ہر وقت ساتھ ساتھ روح کو محسوس ہوتا رہے گا۔ اور کوئی وقت ایسا نہ ہوگا۔ کہ روح کو سکھ محسوس نہ ہو۔

آریو! دیکھو کیسا تشفی بخش جواب ہے۔ سنو! محدود روح کی غیر محدود زندگی اور بقاء کے تو تم بھی قائل ہو۔ اب اگر تم سے کوئی سوال کرے۔ کہ محدود روح کی زندگی کس طرح غیر محدود ہو سکتی ہے۔ اور محدود روح غیر محدود حیات کا بوجھ کس طرح اٹھا سکتی ہے۔ تو تم اس شخص کو کہو گے۔ کہ بے شک روح خود محدود ہے۔ اور بے شک اسکی زندگی غیر محدود ہے۔ مگر کسی ایک وقت میں تو وہ ساری زندگی روح کو حاصل نہیں ہوتی۔ بلکہ زندگی تو ایک زنجیر ہے۔ جس کی کڑیاں صدیاں۔ سال۔ مہینے۔ دن۔ گھنٹے۔ منٹ اور سیکنڈ ہیں۔ پس روح کی زندگی بے شک غیر محدود ہے۔ مگر ایک وقت میں روح پر صرف محدود وقت آتا ہے۔ پھر وہ چلا جاتا ہے تو دوسرا وقت آتا ہے۔ اس کے بعد تیسرا۔ تیسرے کے بعد چوتھا۔ غرض ایک ایک سیکنڈ گزرتا ہے۔ یکدم سارا زمانہ روح پر نہیں آتا۔ اسی طرح ہم آریوں کو بعینہٖ انہیں کے الفاظ میں کہیں گے۔ کہ بے شک روح خود تو محدود ہے۔ اور بے شک بہشت میں اس کا سکھ غیر محدود ہے۔ مگر ایک وقت میں تو وہ سارا سکھ روح کو حاصل نہیں ہوگا۔ بلکہ سکھ تو ایک زنجیر ہے۔ جس کی کڑیاں عمدہ عمدہ پھل۔ مزیدار کھانے۔ ٹھنڈے پانی شہد کے پیالے۔ دودھ کے گلاس۔ بالائی کی قلفیاں۔ پھر دوستوں کی ملاقات۔ بال بچوں کو دیکھ کر قرۃ عین پھر ذکر الٰہی خدا کی یاد۔ اس کا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دیدار پھر سب سے بڑھ کر رب العالمین کی خوشنودی وغیرہ وغیرہ ہیں۔ پس روح کا سکھ بے شک غیر محدود ہے۔ مگر ایک وقت میں روح پر صرف قسط وار سکھ آوے گا۔ پھر اور پھر اور غرض باری باری ہر چیز سے روح سکھ محسوس کرے گی۔ یکدم ابد الآباد تک کے سکھ ایک وقت ہی میں محسوس نہ کرے گی۔ بلکہ ہر روز اور ہر وقت۔ سنو آریو! تمہارے اس سوال کو عالم الغیب والشہادۃ خدا قرآن مجید میں حل کر چکا ہے۔ وہ فرماتا ہے۔ لھم فیھا ازواج مطھرۃ و عشیا۔ یعنی بہشت میں بہشتیوں کو خوشی اور سکھ اور نعمتوں کا حصہ جو ملے گا۔ تو یکدم اور صرف ایک وقت میں نہیں بلکہ قسط وار صبح و شام یعنی ہر روز روز عید دہر شب شب برات۔

چوتھا جواب

یہ کوئی نیا جواب نہیں۔ مگر ایک نئی مثال کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے۔ سنو! زید ایک شخص ہے۔ وہ ساٹھ برس کا ہے۔ وہ جب سے پیدا ہوا ہے۔ ہر روز کھانا کھاتا اور پانی پیتا رہا ہے۔ اب ساٹھ برس کے بعد اگر ساری عمر کے کھانے اور پانی کو جمع کیا جاوے۔ تو سینکڑوں من کھانا اور کئی کنوئیں پانی ہوگا۔ بتاؤ کہ یہ پانی کس نے پیا؟ یہی کہو گے۔ کہ زید نے۔ اچھا وہ کھانا کس نے کھایا؟ یہی جواب دو گے۔ کہ زید نے۔ اب بتاؤ۔ کہ اگر کوئی احمق تم سے پوچھے۔ کہ سینکڑوں من کھانا یہ مشتِ خاک کس طرح کھا سکتا ہے۔ اور کئی کنوئیں پانی یہ بچارا کس طرح پی سکتا ہے۔ یہ تو اس قدر پانی میں گر کر غرق ہو سکتا ہے۔ اور یہ تو اتنے من کھانے کے نیچے دب کر مر سکتا ہے۔ تو تم کیا جواب دو گے؟ یہی کہ بے شک یہ پانی کئی کنوئیں ہے۔ مگر پیا سارا اسی بے چارہ نے ہے۔ اور بے شک یہ سینکڑوں من کھانا ہے۔ مگر کھایا اس مشتِ خاک ہی نے ہے۔ مگر ایک وقت میں نہیں بلکہ وقتاً فوقتاً تھوڑا تھوڑا کر کے قسط وار ساٹھ برس میں۔ اسی طرح ہم اے آریو تم کو کہیں گے۔ کہ بے شک روح محدود ہے۔ اور بیشک سکھ اور انعامات غیر محدود ہیں۔ مگر ان کو محسوس یہی بیچاری محدود روح کریگی۔ مگر تھوڑا تھوڑا کر کے وقتاً فوقتاً آہستہ آہستہ ابد الآباد تک دیکھو کیا معقول امر ہے۔ اور سوچو اور حق کو قبول کرو۔

(باقی دارد) (میر محمد اسحاق)

عیسائی مشن

تنقیح بر رسالہ الوہیت مسیح

(از شیخ عبد القادر احمدی لائل پور)

(۱۱)

دلیل ہشتم۔ مقدس یوحنا کی انجیل بتاتی ہے۔ کہ مسیح نے الوہیت کا دعویٰ کیا۔ یہودی اس کے دعویٰ کو سمجھتے تھے۔ پر مانتے نہ تھے۔ ایک مرتبہ یسوع نے یہودیوں کو کہا۔ کہ "میں اور باپ ایک ہیں"۔ ان الفاظ کو سنکر یہودی اسے سنگسار کرنے کے درپے ہو گئے۔ کیونکہ وہ کہتے تھے۔ کہ تو انسان ہو کر خدا بنتا ہے۔ یوحنا ۱۰/۳۰ تا ۳۳ دیکھو رسالہ الوہیت مسیح ص۔

نوٹ:۔ یاد رہے۔ کہ پادری صاحب کا یہ کہنا کہ یسوع کی سنگساری کے لئے یہودیوں نے اس لئے پتھر اٹھائے تھے۔ کہ آپ مدعی الوہیت تھے۔ سراسر بطالت پر مبنی ہے۔ ہم اسکی مکمل تردید سلسلہ مضامین ہذا کی پہلی قسط میں کر چکے ہیں۔ صحبت امروزہ میں ہم صرف پادری صاحب کے اس زعم کی تردید کریں گے۔ کہ حضرت مسیح کا "میں اور باپ ایک کہنا" ان کی الوہیت کی دلیل ہے۔ چنانچہ اسی خیال کو ظاہر کرتے ہوئے پادری صاحب اپنے رسالہ کے ص پر پھر تحریر فرماتے ہیں:۔ "مسیح بطور خدا کے باپ کے برابر ہے ..... کیونکہ وہ کہتا ہے"۔ "میں اور باپ ایک ہیں"۔

نتیجۃً چونکہ حضرت مسیح نے "میں اور باپ ایک ہیں" کے الفاظ اپنے لئے مستعمل کئے۔ اس لئے آپ خدا ہوئے۔ اور حق تعالےٰ کے برابر۔

یہ ہے نصاریٰ کی مایۂ ناز اور مایۂ افتخار دلیل جو کہ عمائد مسیحی دین بڑے کروفر۔ شد و مد اور غیر معمولی طمطراق سے الوہیت مسیح کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں۔ اور اسکی اصل حقیقت کو نہاں در نہاں پردوں میں مستور کر کے لوگوں کو اپنے ورطۂ دجل میں پھنسانے کی سعی ناکام کرنے میں کوشاں نظر آتے ہیں۔ سو پیشتر اس کے کہ میں حضرت مسیح علیہ السلام کے منقولہ بالا کلام کو اخفائے حقیقت کے پردوں سے نجات دوں۔ اور اسکی اصل شکل کو بے نقاب کر کے اس کے اصل معنی کی طرف ناظرین کرام کی توجہ مبذول کروں۔ میں یہ ثابت کرنا لابدی سمجھتا ہوں۔ کہ باپ سے یگانگت اور وحدت میں صرف حضرت مسیح ہی منفرد نہیں تھے۔ بلکہ آپ کے حواری اور دیگر مقدسین بروئے اناجیل باپ کے اتحاد اور اسکی یگانگت میں شامل نظر آتے ہیں۔ بنابریں نصاریٰ کا صرف حضرت مسیح کو باپ سے یگانگت میں مختص گردانتا اور آپ کے مذکورہ کلام کہ "میں اور باپ ایک ہیں" سے صرف ان کی الوہیت کا استدلال کرنا سراسر ظلم اور بعید از عدل و انصاف ہے۔ جبکہ تمام حواری اور دیگر اشخاص باپ سے یگانگت میں شامل نظر آتے ہیں۔ پس یا تو حواریوں کی بھی الوہیت کو تسلیم کر کے تثلیث کی جگہ تکثیر کو اپنا ورد زبان بنایا جائے۔ یا پھر بغیر چون و چرا اور حیل و حجت کے یہ مان لیا جائے۔ کہ متذکرہ الفاظ سے کسی کی الوہیت کو کوئی سروکار نہیں ہو سکتا۔ بہرکیف جونسی صورت بھی تسلیم کی جائے گی۔ تثلیث کی تغلیط

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ثابت ہے۔

لیکن نصاریٰ اور صداقت و حقانیت کے آگے سر تسلیم خم کرنا۔ ؎

ایں خیال است و محال است و جنوں

ان کو تو غلو نے بالکل اندھا کر دیا۔ ان کے دماغ ماؤف اور انکی عقل بالکل مسلوب ہوگئی۔ صداقت پر پردہ ڈالنا ان کا روزمرہ کا مشغلہ ہے۔ اور حقانیت اور راستی کو پس پشت دھکیلنا ان کی طبیعت ثانی بن چکا ہے۔ اس لئے اگر ان کو کوئی انجیلی آیت جس میں کہ ان کے دماغی افترا کی رو سے الوہیت مسیح ثابت ہو۔ مل جائے۔ تو بس شور و غوغا مچا دیتے ہیں۔ اور بے پر کی الوہیت اڑانے میں پیش پیش نظر آتے ہیں لیکن جب کان پکڑ کر الارم کیا جاتا ہے۔ کہ آپ کے خدا کی الوہیت خطرہ میں ہے۔ کیونکہ یہی الفاظ فلاں فلاں کے لئے آئے۔ تو پھر بیچارے سراسیمہ ہو کر رہ جاتے ہیں۔ اور اس سرخ موت سے لبریز پیالہ کو نہ پی سکتے ہیں۔ اور نہ ہی الٹ ..... اور ششدر ہو کر راہ فرار اختیار کرتے ہیں۔ لیکن یہ ٹھیٹھ ہڈی بھلا باز آنے کی کب ہے۔ پھر بار بار وہی پرانا اور بے سرا راگ الاپ دیتے ہیں۔ بیشک ان کی اناپ شناپ کی بیسیوں بار دندان شکن اور منہ توڑ دلائل و براہین سے تردید ہی کیوں نہ ہو چکی ہو۔ لیکن انکو کیا یا کذب تیرا ہی آسرا کہہ کے اٹھتے ہیں۔ اور وہی کہن سال سر .....

چنانچہ ہمارے مخاطب پادری صاحب بھی اس مردہ دلیل کی بوسیدہ ہڈیوں کو پھر اکھاڑ کر تعفن پھیلانے میں ماشاء اللہ کسی سے کم نظر نہیں آتے۔ اس لئے ان سے مؤدبانہ درخواست ہے۔ کہ براہ کرم انجیل اٹھائیں۔ اور مندرجہ ذیل آیات کو پڑھنے کی تکلیف گوارا کریں۔ تو ان پر واضحہ ہو جائیگا۔ کہ جو الفاظ حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنی یگانگت باپ سے ظاہر کرنے کے لئے بیان و عیاں کئے۔ وہی حواریوں کے لئے مستعمل ہوتے ہیں۔ لیکن حضرت مسیح کو تو خدا بنانے کا شوق ہر چھوٹے بڑے کو چراتا ہے۔ مگر بیچارے حواریوں کے لئے کسی کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی۔ آخر کیوں۔

اب وہ تمام آیات درج ذیل کر کے پادری صاحب سے عرض ہے۔ کہ ؎

جب کھل گئی سچائی پھر اسکو مان لینا
نیکوں کی ہے یہ خصلت راہ حیا یہی ہے

کیا "میں اور باپ ایک ہیں اور باپ مجھ میں اور مَیں باپ میں" الوہیت کی دلیل ہو سکتا ہے

(۱) حواریوں کے متعلق حضرت مسیح علیہ السلام خدا سے ان الفاظ میں استدعا کرتے ہیں:۔

"میں ان کے لئے عرض کرتا ہوں ..... جنہیں تو نے مجھے دیا۔ عرض کرتا ہوں۔ کہ وے تیرے ہیں۔ اور سب میرے تیرے ہیں۔ اور تیرے میرے ہیں۔ اور میں ان سے بزرگی پاتا ہوں۔ میں دنیا میں آگے نہ رہوں گا۔ پر وے دنیا میں ہیں۔ اور میں تجھ پاس آتا ہوں۔ اے قدوس باپ اپنے ہی نام سے انہیں جنہیں تو نے مجھے بخشا۔ حفاظت سے رکھ۔ تاکہ وے ہماری طرح ایک ہو جائیں۔ ..... اس لئے کہ جیسا کہ میں دنیا کا نہیں ہوں۔ وے بھی دنیا کے نہیں ہیں۔ ..... میں صرف انہی کے لئے نہیں۔ بلکہ ان کے لئے بھی جو ان کے کلام سے مجھ پر ایمان لاویں گے۔ عرض کرتا ہوں۔ کہ جیسا تو اے باپ مجھ میں اور میں تجھ میں اور وے بھی ہمیں ایک ہوں۔ ..... اور وہ جلال جو کہ تو نے مجھے دیا ہے۔ تاکہ وہ ایک ہوں۔ جس طرح سے کہ ہم ایک ہیں۔ میں ان میں اور تو مجھ میں تاکہ وے ایک ہو کے کامل ہوں۔ اور میں نے تیرا نام ان پر ظاہر کیا۔ تاکہ وہ پیار جس سے کہ تو نے مجھے پیار کیا ہے۔ ان میں ہو۔ اور میں ان میں ہوں۔ یوحنا $\frac{17}{9 \text{ تا } 26}$۔

حضرت مسیح کا یہ کلام تو محتاج تشریح نہیں۔ صاف الفاظ ہیں۔ کہ جس طرح میں باپ میں ایک ہوں۔ اسی طرح حواری بھی ہوں۔

(۲) کیونکہ تم سب مسیح میں ایک ہو۔ گلتیوں $\frac{3}{28}$

حواری مسیح میں ایک ہیں۔ اور مسیح خدا میں ایک گویا حواری خدا میں ایک ہوئے۔ پس ان کو بھی خدا مانو۔ اور پھر حضرت مسیح عیسائیوں کو خدا مسلم ہیں۔ تو گویا بالفاظ دیگر حواری خدائے بیٹا میں ایک ہوئے۔ نتیجۃً اگر اقنوم ثانی میں ایک ہونے سے کوئی الوہیت کے درجہ کو نہیں پاتا۔ تو اقنوم اول میں ایک ہونے سے کیونکر کوئی خدا بن سکتا ہے۔ جبکہ باپ اور بیٹا ایک ہی درجہ کے مسلم ہیں۔ اس کے علاوہ ملاحظہ ہوں آیات ذیل:۔

(۳) ایسے ہی ہم جو بہت سے ہیں۔ مسیح میں ہو کے ایک بدن ہوئے ہیں۔ اور آپس میں ایک دوسرے کے عضو۔ رومیوں $\frac{12}{5}$۔

(۴) وہ برکت کا پیالہ جس سے ہم برکت چاہتے ہیں۔ اس میں کیا مسیح کے خون کی شراکت نہیں ہے۔ کیونکہ روٹی ایک ہی ہے۔ اس لئے ہم جو بہت سے ہیں۔ ایک بدن ہیں۔ کیونکہ ہم اس ایک روٹی میں شریک ہوئے ہیں۔ کرنتھیوں ۱ $\frac{10}{17}$۔

(۵) مگر اب تو اعضاء بہت سے ہیں۔ مگر بدن ایک ہی ہے۔ ..... اسی طرح تم مل کر مسیح کا بدن ہو۔ کرنتھیوں ۱ $\frac{12}{20 \text{ تا } 27}$۔

(۶) کلیسیا مسیح کا بدن ہے۔ افسیوں $\frac{1}{23}$۔ گویا کہ کلیسیا مسیح میں یک تن ہوئی۔

(۷) پس میں جو خداوند میں قیدی ہوں۔ تم کو التماس کرتا ہوں۔ ..... کہ اس کوشش میں رہو۔ کہ روح کی یگانگی صلح کے بندھن میں بندھی رہے۔ ایک ہی بدن ہے۔ اور ایک ہی روح ..... ایک خداوند ہے۔ ایک ہی ایمان ہے۔ ایک ہی بپتسمہ ہے۔ اور سب کا خدا اور باپ ایک ہی ہے۔ جو سب کے اوپر سب کے درمیان اور سب کے اندر ہے۔ افسیوں $\frac{4}{1 \text{ تا } 8}$

(۸) اس روز تم جانو گے۔ کہ میں باپ میں تم مجھ میں اور مَیں تم میں ہوں۔ یوحنا $\frac{14}{20}$۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

(۹) جو کچھ ہم نے دیکھا۔ اور سنا اسکی خبر تمہیں دیتے ہیں۔ تاکہ تم بھی ہمارے ساتھ شراکت رکھو۔ اور ہماری شراکت باپ کے ساتھ۔ اور اس کے بیٹے یسوع مسیح کے ساتھ ہے۔ یوحنا ۱ ۱/۱ ۳/۱

(۱۰) اور جو خداوند کے حکموں پر عمل کرتا ہے۔ یہ اس میں اور وہ اس میں رہتا ہے۔ یوحنا ۱ ۳/۲۴

(۱۱) کیونکہ وہی ہماری صلح مسیح ہے۔ جس نے دونوں کو ایک کرلیا۔ اور جدائی کی دیوار کو جو بیچ میں تھی۔ ڈھا دیا۔ تاکہ وہ دونوں سے اپنے آپ میں ایک نیا انسان پیدا کرکے صلح کراوے۔ ..... اور اس کے سبب سے دونوں کو ایک تن بناکر خدا سے ملائے۔ افسیوں ۲/۱۴ تا ۱۷ کلیسیوں ۳/۱۴۔

(۱۲) خدا کا روح تم میں بسا ہوا ہے۔ پر جس میں مسیح کا روح نہیں۔ وہ اس کا نہیں۔ اگر مسیح تم میں ہے۔ تو بدن گناہ کے سبب مردہ ہے۔ تو روح زندہ ہے۔ اگر اس کا روح تم میں بسا ہوا ہے۔ جس نے یسوع کو مردوں سے جلایا۔ ..... تو وہ تمہارے فانی بدنوں کو بھی اپنے اس روح کے وسیلہ سے زندہ کرے گا۔ جو تم میں بسا ہوا ہے۔ تم نے لے پالک ہونے کی روح پائی۔ جس سے ہم اسے ابا ..... کرکے پکارتے ہیں۔ روح خود ہماری روح کے ساتھ مل کر گواہی دیتا ہے۔ کہ ہم خدا کے فرزند ہیں۔ رومیوں ۸/۱۷ تا ۱۷

(۱۳) اے عزیزو آؤ ہم ایک دوسرے سے محبت رکھیں ..... جو کوئی محبت رکھتا ہے۔ وہ خدا سے پیدا ہوا ..... اگر ہم ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔ تو خدا ہم میں رہتا ہے۔ ..... اس سے ہم جانتے ہیں۔ کہ ہم اس میں قائم رہتے ہیں۔ اور وہ ہم میں ..... جو کوئی اقرار کرتا ہے۔ کہ یسوع خدا کا بیٹا ہے۔ خدا اس میں رہتا ہے۔ اور وہ خدا میں ..... جو محبت میں قائم رہتا ہے۔ وہ خدا میں قائم رہتا ہے۔ اور خدا اس میں قائم رہتا ہے۔ یوحنا ۱ ۴/۱۳ تا ۱۶

(۱۴) حضرت مسیح فرماتے ہیں:۔ "جو میرا گوشت کھاتا ہے۔ اور میرا خون پیتا ہے۔ وہ مجھ میں قائم رہتا ہے۔ اور میں اس میں۔ یوحنا ۶/۵۶

(۱۵) جو خدا سے ہے۔ وہ خدا کی باتیں سنتا ہے۔ یوحنا ۸/۴۷۔

(۱۶) اب اس کلام کے سبب سے جو میں نے تم سے کیا۔ تم پاک ہو۔ تم مجھ میں قائم رہو۔ اور میں تم میں ..... جس طرح ڈال اگر انگور کے درخت میں قائم نہ رہے۔ تو وہ اپنے آپ سے پھل نہیں لاسکتی۔ اسی طرح تم بھی اگر مجھ میں قائم نہ رہو تو پھل نہیں لاسکتے۔ میں انگور کا درخت ہوں۔ تم ڈالیاں ہو۔ جو مجھ میں قائم رہتا ہے۔ میں اس میں ..... اگر کوئی مجھ میں قائم نہ رہے۔ تو وہ ڈال کی طرح پھینک دیا جاتا ہے۔ ..... اگر تم مجھ میں قائم رہو۔ ..... اور میری باتیں تم میں قائم رہیں۔ تو جو چاہو مانگو۔ وہ تمہارے لئے ہو جائیگا۔ ..... اگر تم میرے حکموں پر عمل کروگے۔ تو میری محبت میں قائم رہوگے۔ جیسے میں نے اپنے باپ کے حکموں پر عمل کیا۔ اور اسکی محبت میں قائم ہوں۔ یوحنا ۱۵/۱ تا ۱۰

(۱۷) کیونکہ جس طرح ایک بدن ہے۔ اور اس کے اعضا بہت سے ہیں۔ اور بدن کے سارے اعضا گو بہت سے ہیں۔ مگر باہم مل کر ایک ہی بدن ہیں۔ اسی طرح مسیح بھی ہے۔ کیونکہ ہم سب نے ..... ایک ہی روح کے وسیلے سے ایک بدن ہونے کے لئے بپتسمہ لیا۔ اور ہم سب کو ایک ہی روح پلایا گیا۔ ..... اسی طرح تم مل کر مسیح کا بدن ہو۔ اور فرداً فرداً اعضا۔ کرنتھیوں ۱ ۱۲ باب اسی طرح افسیوں ۴/۹ تا ۱۶ ۵/۲۴

(۱۸) مسیح کا بدن کلیسیا ہے۔ اس لئے وہ اس سے محبت رکھتا ہے۔ افسیوں ۵/۲۹، ۳۰۔

(۱۹) کیا تم نہیں جانتے۔ کہ تم خدا کا مقدس ہو۔ اور خدا کا روح تم میں بسا ہوا ہے۔ ..... کیونکہ خدا کا مقدس پاک ہے۔ اور وہ تم ہو ..... اور تم مسیح کے ہو۔ اور مسیح خدا کا۔ کرنتھیوں ۱ ۳/۱۶ تا ۲۳

(۲۰) بدن حرامکاری کے لئے نہیں۔ بلکہ خداوند کے لئے اور خداوند بدن کے لئے۔ اور خدا نے خداوند کو بھی جلایا۔ اور ہم کو بھی اپنی قدرت سے جلائیگا۔ کیا تم نہیں جانتے۔ کہ تمہارے بدن مسیح کے اعضا ہیں۔ پس کیا میں مسیح کے اعضا لے کر کسی کے اعضا بناؤں۔ ہرگز نہیں۔ کیا تم کو خبر نہیں۔ کہ جو کوئی کسی سے محبت کرتا ہے۔ سو اس سے ایک تن ہوا۔ ..... پر جو خداوند کی محبت میں رہتا ہے۔ وہ خداوند کے ساتھ ایک روح ہوتا ہے۔ کرنتھیوں ۱ ۶/۱۲ تا ۲۰۔ اس اصل کی رو سے حضرت مسیح نے کہا۔ میں اور باپ ایک ہیں۔

(۲۱) جو کوئی اس کے کلام پر عمل کرے۔ اس میں یقیناً خدا کی محبت کامل ہو چکی ہے۔ ہمیں اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس میں ہیں۔ جو کوئی یہ کہتا ہے۔ کہ میں اس میں قائم ہوں۔ چاہیئے۔ کہ جیسا کہ وہ چلتا ہے۔ آپ اسی طرح چلے۔ یوحنا ۱ ۲/۳ تا ۶۔

(۲۲) اگر کوئی مسیح میں ہے۔ تو وہ نیا مخلوق ہے کرنتھیوں ۲ ۵/۱۷۔

(۲۳) ہم زندہ خدا کا مقدس ہیں۔ چنانچہ خدا نے کہا۔ کہ میں ان میں بسونگا۔ اور ان میں چلوں پھروں گا۔ کرنتھیوں ۲ ۶/۱۵ تا ۱۹

(۲۴) کیونکہ اس ہی کے وسیلے ہم دونوں کی ایک روح میں خدا کے پاس رسائی ہوتی ہے۔ پس اب تم مسافر اور پردیسی نہیں رہے۔ بلکہ مقدسوں کے ہم وطن اور خدا کے گھرانے کے ہوئے۔ اور رسولوں اور نبیوں کی نیو پر جس کے کونے کے سرے کا پتھر خود یسوع مسیح ہے۔ تعمیر کئے گئے ہو۔ اور اسی میں ہر ایک عمارت مل ملا کر خداوند میں ایک پاک مقدس بنتی جاتی ہے۔ اور تم بھی اس میں باہم تعمیر کئے گئے ہو۔ تاکہ روح میں خدا کا مسکن ہو۔ افسیوں ۲/۱۶ تا ۲۲۔

(۲۵) جو تم نے شروع سے سنا۔ وہی تم میں قائم رہے۔ تو تم بھی باپ اور بیٹے میں قائم رہوگے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مسیح تم میں قائم رہتا ہے۔ ..... اور تم مسیح میں قائم رہتے ہو۔ غرض اے سچو۔ اس میں قائم رہو۔ ..... اگر تم جانتے ہو۔ کہ وہ راستباز ہے۔ تو یہ بھی جانتے ہو۔ کہ جو کوئی راستبازی کے کام کرتا ہے۔ وہ اس سے پیدا ہوتا ہے۔ یوحنا ۱ ۲ ۲۰ تا ۲۹۔

(۲۶) جو کوئی خدا سے پیدا ہوا ہے۔ دنیا پر غالب ہوتا ہے۔ اور وہ غلبہ جس سے ہم دنیا پر غالب آتے ہیں۔ ہمارا ایمان ہے۔ ..... ہم جانتے نہیں۔ کہ ہر ایک جو خدا سے پیدا ہوا ہے۔ گناہ نہیں کرتا۔ بلکہ وہ جو خدا سے پیدا ہوا۔ اپنی حفاظت کرتا ہے۔ ہم جانتے ہیں۔ کہ ہم خدا سے ہیں۔ ۵ ۴ و ۱۸ تا ۱۹۔

(۲۷) جو تمہیں قبول کرتا ہے۔ مجھے قبول کرتا ہے۔ اور جو مجھے قبول کرتا ہے۔ اسے جس نے مجھے بھیجا ہے۔ قبول کرتا ہے۔ متی ۱۰ ۴۰۔ چونکہ تمام حواری مسیح اور خدا میں ایک ہیں۔ اس لئے ان کا قبول کرنا مسیح اور خدا کا قبول کرنا بیان ہوا۔

(۲۸) اسی طرح دیکھو لوقا ۹ ۴۸ و ۱۰ ۱۶۔ یوحنا ۱۳ ۲۰ ۱۲ ۴۴ تا ۵۰۔ مرقس ۹ ۳۷۔

(۲۹) خداوند عدالت کے دن راستبازوں کو کہے گا۔ کیونکہ میں بھوکا تھا۔ تم نے مجھے کھانا کھلایا۔ ..... وغیرہ متی ۲۵ ۴۵۔ گویا کہ راستباز آدمی خدا میں ایک ہے۔ اس لئے خداوند یہ نہیں کہتا۔ کہ تم نے میرے ایک راستباز آدمی کو کھانا کھلایا بلکہ کہتا ہے۔ کہ میں بھوکا تھا۔ تو تم نے مجھے کھانا کھلایا۔ چنانچہ اس کے آگے ہی لکھا ہے۔ "اس وقت راستباز اسے جواب میں کہیں گے۔ کہ اے خداوند کب ہم نے تجھے بھوکا دیکھا۔ اور کھانا کھلایا۔ ..... تب بادشاہ ان سے جواب میں کہے گا۔ کہ میں تم سے سچ کہتا ہوں۔ کہ جب تم نے میرے ان سب سے چھوٹے بھائیوں میں سے ایک کے ساتھ کیا۔ تو میرے ساتھ کیا ..... متی ۲۵ ۴۰

(۳۰) ان کے وسیلے سے ذات الٰہی میں شریک ہو جاؤ۔ پطرس ۱ ۲ ۴۔

(۳۱) جو اس کے نام پر ایمان لاتے ہیں۔ وہ نہ خون سے نہ جسم کی خواہش سے نہ انسان کے ارادے سے بلکہ خدا سے پیدا ہوئے۔ یوحنا ۱ ۱۳۔

(۳۲) جو روح سے پیدا ہوا۔ وہ روح ہے۔ یوحنا ۳ ۶۔ نیک لوگ روح القدس میں شریک ہو گئے۔ عبرانیوں ۶ ۴ و ۵۔ اس کے علاوہ نمط ۲ ۸۔ فلپیوں ۱ ۱۸ تا ۲۲۔ پطرس ۱ ۱ ۱۱۔ یوحنا ۱ ۲۳۔ اعمال ۱۷ ۲۹۔

(۳۳) خدا نور ہے۔ اس میں تاریکی نہیں۔ اگر ہم کہیں کہ ہم اس میں شراکت رکھتے ہیں۔ اور تاریکی میں چلتے ہیں۔ تو جھوٹ بولتے ہیں ..... پر اگر ہم نور میں چلیں۔ جس طرح کہ وہ نور میں ہے۔ تو ہم ایک دوسرے کے ساتھ شراکت رکھتے ہیں۔ یوحنا ۱ ۱ ۵۔

(۳۴) تاکہ سب میں خدا ہی سب کچھ ہو۔ کرنتھیوں ۱ ۱۵ ۲۷ و ۲۸۔

مذکورۃ الصدر متعدد آیات کے ہوتے ہوئے یہ امر تشنۂ تکمیل نہیں رہتا۔ کہ حواری خدا کی یگانگت اسکی وحدت اور یکتائی میں حضرت مسیح علیہ السلام کی طرح شامل ہیں۔ اور جس طرح کہ حضرت مسیح میں خدا قائم تھا۔ اسی طرح حواریوں اور دیگر مقدسین میں بھی خدا قائم تھا۔ اور جس طرح کہ حضرت مسیح ذات الٰہی میں علیٰ طریق اعجاز قائم تھے۔ اسی طرح دوسرے لوگ بھی۔ پس حضرت مسیح کی خصوصیت کافور ہو گئی۔ اور پادری صاحب کی دلیل سراسر باطل ہے۔

نوٹ:۔ عیسائی حضرات یہ بھی کہا کرتے ہیں۔ کہ چونکہ حضرت مسیح کہتے ہیں۔ "کہ میں باپ میں اور باپ مجھ میں ہے"۔ اس لئے آپ خدا ہوئے۔ (دیکھو مفتاح الاسرار) چنانچہ اس دلیل کے ابطال کو بھی مدنظر رکھتے ہوئے ہم نے اس قسم کی تمام آیات درج کر دیں۔ جن میں کہ حواری بھی خدا میں قائم اور خدا ان میں قائم مرقوم ہے۔

(باقی وارد)

تندرستی۔ طاقت۔ قوت مردمی بخشنے والی اکسیر دوا

امرت بوٹی رجسٹرڈ گورنمنٹ آف انڈیا

تمام مردانہ کمزوریوں کو دور کر کے قوت مردانہ کا ایک طوفان پیدا کرنے والی زبردست اکسیر بوٹی ہے۔ چند ہی روز میں بدن میں خون کی لہریں نظر آنی شروع ہو جاتی ہیں۔ دل۔ دماغ۔ جسم میں نئی قوت بخشتی ہے۔ اس کے استعمال سے جریان۔ دھات احتلام۔ سرعت کی بیماری نام کو نہیں رہتی ہے۔ اور قوت ہاضمہ ایسا مضبوط ہو جاتا ہے۔ کہ آپ کافی مقدار میں دودھ۔ گھی۔ مکھن کھا کر ہضم کر سکتے ہیں جن لوگوں نے غلط کاری سے۔ یا کثرت مجامعت سے اپنی قوت کو ضائع کر لیا ہو۔ ان کے لئے ایک بہتر اور مفید دوائی ہے۔ اور کم قیمت بھی ہے۔ زیادہ تعریف بے فائدہ۔ آزمائش شرط ہے۔

۱۰۰ گولی کی شیشی ۱/۸/- ۲ ۵۰ گولی کی شیشی ۱/۸/- ۲۵ گولی کی شیشی ۱/۴/- علاوہ محصول ڈاک۔

منیجر احمدیہ یونان فارمیسی جالندھر چھاؤنی (پنجاب)

میری محترم احمدی بہنیں!

لائیکورائن } مرض لائیکوریا یعنی سیلان الرحم کے لئے ایسی مفید اور زود اثر دوائی ہے۔ جس کے چند ہی دنوں کے استعمال سے سفید اور نیلی پیلی رطوبت کا اخراج بالکل بند ہو جاتا ہے۔ وہ بہنیں جن کو اس نامراد مرض نے کمزور کر دیا ہو۔ ماہواری کورس باقاعدہ نہ آتے ہوں۔ یا درد سے آتے ہوں۔ چہرہ پژمردہ سا رہتا ہو۔ دل دھڑکتا ہو۔ رات کو نیند نہ آتی ہو۔ بھوک نہ لگتی ہو۔ حمل گر جاتا ہو۔ یا کمزور بچے پیدا ہوتے ہوں۔ تو لائیکورائن استعمال کریں۔ بہت سی بہنوں نے استعمال کر کے فائدہ اٹھایا ہے۔ اور بڑی تعریف کی ہے ایک ماہ کی مکمل خوراک ۶۰ گولی ۱/۸/- ۲ معہ محصول ڈاک۔

ملنے کا پتہ:۔ ایل النسا بیگم حکیم حاذق معرفت منیجر احمدیہ یونان فارمیسی جالندھر چھاؤنی (پنجاب)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پیغامی مشن

مسیح موعود نبی اللہ

(۸)

(۶۵) حضرت مسیح موعود کے نبی اللہ ہونے پر چند زبردست دلائل

(اوّل) حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

"میں ولایت کے سلسلہ کو ختم کرنے والا ہوں۔ جیسا کہ ہمارے سید آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نبوت کے سلسلہ کو ختم کرنیوالے تھے۔ اور وہ خاتم الانبیاء ہیں۔ اور میں خاتم الاولیاء ہوں۔ میرے بعد کوئی ولی نہیں۔ مگر وہ جو مجھ سے ہوگا۔ اور میرے عہد پر ہوگا۔ اور میں اپنے خدا کی طرف سے تمام تر قوت اور برکت اور عزت کے ساتھ بھیجا گیا ہوں۔ اور میرا قدم ایک ایسے منار پر ہے۔ جو اس پر ہر ایک بلندی ختم کی گئی ہے۔" (خطبہ الہامیہ صـ۳۵)

پس اس سے مسیح موعود کا نبی اللہ ہونا لازم آیا۔ کیونکہ آپ اس مقام پر ہیں۔ جس کے اوپر اور کوئی مقام نہیں۔ اور انسانی ترقی کی حد صرف مقام نبوت ہی ہے۔ جو اسکی تمام تر قوت اور ترقی مسیح میں متحقق ہے۔ لہذا مسیح موعود کا نبی ہونا لازم آیا۔

(دوم) حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔ "میں منعم علیہم گروہ میں سے فرد اکمل کیا گیا ہوں"۔ (خطبہ الہامیہ صـ۱۱۲)

پس اس سے بھی مسیح موعودؑ کا نبی اللہ ہونا لازم آیا۔ کیونکہ منعم علیہ گروہ قرآنی اصطلاح میں نبی۔ صدیق شہید۔ صالح کا ہے۔ (دیکھو سورہ مائدہ) اور اس گروہ میں سے فرد اکمل نبی ہوتا ہے۔

(سوم) حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:۔ "خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا۔ جو اس پہلے مسیح سے اپنی شان میں بہت بڑھ کر ہے"۔ (دافع البلاء) پس مسیح ناصری سے تمام شان میں بڑھ کر ہونا یہ اس بات کو مستلزم پڑا ہوا ہے۔ کہ مسیح موعود بھی نبی اللہ ہوں۔ ورنہ دعوےٰ باطل ہے۔

(چہارم) حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:۔ "اور جان کہ ہمارے نبی کریم صلعم جیسا کہ پانچویں ہزار میں مبعوث ہوئے۔ ایسا ہی مسیح موعود کی بروزی صورت اختیار کرکے چھٹے ہزار کے آخر میں مبعوث ہوئے"۔ (خطبہ الہامیہ صـ۱۸۰) پس اس سے بھی مسیح موعود کا نبی اللہ ہونا لازم آیا۔ کیونکہ ظاہر ہے۔ کہ حضرت نبی کریمؐ نبی ہیں۔ اور ان کا بروزی صورت میں ایسا ہی مبعوث ہونا جیسا کہ پہلے تھے ظاہر کرتا ہے۔ کہ مسیح موعود مورد بعث ثانی ہونے کی وجہ سے لازمی اور ضروری طور سے نبی اللہ ہوں۔ ورنہ یا تو مسیح موعود کا مورد بعث دوم ہونا باطل ہے۔ اور یا نعوذ باللہ حضرت نبی کریمؐ کا نبی اللہ ہونا غلط ہے۔

(پنجم) حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:۔ "خدا تعالیٰ نے میری وحی۔ میری تعلیم اور میری بیعت کو مدار نجات ٹھہرایا ہے"۔ (اربعین ۴ صـ۶) پس یہ اس امر کی زبردست دلیل ہے۔ کہ مسیح موعودؑ نبی اللہ تھے۔ کیونکہ آج تک کسی غیر نبی کی وحی و تعلیم و بیعت کو خدا تعالےٰ نے اپنی وحی کے ذریعہ مدار نجات نہیں ٹھیرایا۔

(ششم) حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔ جو شخص مجھے دل سے قبول کرتا ہے۔ وہ دل سے اطاعت بھی کرتا ہے۔ اور ہر ایک حال میں مجھے حَکَم ٹھہراتا ہے۔ اور ہر ایک تنازعہ کا مجھ سے فیصلہ چاہتا ہے"۔ پس ہر ایک حال میں اپنے آپ کو حَکَم ٹھہرانا اس امر کی دلیل ہے۔ کہ مسیح موعود واقعی نبی اللہ تھے۔ ورنہ آج تک کوئی غیر نبی خدا کے حکم سے حکم و عدل مقرر نہیں ہوا۔ حکم و عدل ہونا نبی کی ہی شان ہے۔ غیر نبی کی شان نہیں۔

(ہفتم) حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:۔ "تمام دنیا کا وہی خدا ہے۔ جس نے میرے پر وحی نازل کی۔ جس نے میرے لئے زبردست نشان دکھلائے۔ جس نے مجھے اس زمانہ میں مسیح موعود کرکے بھیجا۔ اس کے سوا کوئی خدا نہیں۔ نہ آسمان میں اور نہ زمین میں۔ جو شخص اس پر ایمان نہیں لاتا۔ وہ سعادت سے محروم اور خذلان میں گرفتار ہے"۔ پس اس سے بھی لازم آیا۔ کہ مسیح موعود نبی اللہ ہیں۔ جب سوائے مسیح موعودؑ کے پیش کردہ خدا کے اور کوئی خدا ہی نہیں۔ اور دوسری طرف خدا تعالےٰ کا آئینہ مسیح موعود ہے۔ پس اس سے یہی لازم آیا۔ کہ مسیح موعود نبی اللہ ہیں۔ ورنہ ایک غیر نبی میں یہ ہرگز قدرت و طاقت نہیں۔ کہ سوائے اپنے پیش کردہ خدا کے سب دوسروں کے خداؤں کو رد کر دیوے۔

(ہشتم) حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:۔ "اگر تمام خلفاء امت محمدیہ کو نبی کے نام سے پکارا جاتا۔ تو امر ختم نبوت مشتبہ ہو جاتا۔ اور اگر کسی ایک فرد کو نبی کے نام سے پکارا نہ جاتا۔ تو عدم مشابہت کا اعتراض باقی رہ جاتا۔ کیونکہ موسیٰ کے خلفاء نبی ہیں۔ اس لئے حکمت الٰہیہ نے یہ تقاضا کیا۔ کہ پہلے سب خلفاء کو برعایت ختم نبوت بھیجا جائے۔ اور ان کا نام نبی نہ رکھا جاوے۔ اور یہ مرتبہ ان کو نہ دیا جاوے۔ تا ختم نبوت پر یہ نشان ہو۔ پھر آخری خلیفہ یعنی مسیح موعود کو نبی کے نام سے پکارا جائے۔ تا خلافت کے امر میں دونوں سلسلوں کی مشابہت ثابت ہو"۔ (تذکرۃ الشہادتین صـ۴۳)

پس چونکہ مسیح موعود کو مسیح ناصری سے ہر ایک پہلو سے تشبیہ ہے۔ دیکھو کشتی نوح۔ اس لئے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

لازم آیا۔ کہ مسیح موعود بھی مسیح ناصری کے بالمقابل شان نبوت کے ساتھ آوے۔ تا تقابل پورا ہو جاوے۔ دیکھو نزول المسیح صـ۴۰۳۔

(نہم) (از مسیح موعودؑ) "جیسا کہ خدا نے مجھے اطلاع دی ہے۔ تمہارے پر حرام اور قطعی حرام ہے۔ کہ کسی مکفر۔ مکذب یا متردد کے پیچھے نماز پڑھو۔" (تحفہ گولڑویہ صـ۱۸۰) پس آپ کا اپنی جماعت کو غیروں سے الگ رہنے کی تاکید کرنا۔ اور ان کے پیچھے نمازیں پڑھنا۔ اور ان کو اپنی لڑکیاں دینا حرام کرنا اس امر کی پوری دلیل ہے۔ کہ آپ یعنی مسیح موعود نبی اللہ ہیں۔ ورنہ کوئی غیر نبی ایسا نہیں کر سکتا۔

(دہم) (از مسیح موعودؑ) "نبوت کی شکست و ریخت جس قدر ہو چکی ہے۔ اب خدا تعالےٰ ان میرے تازہ معجزات اور پیشگوئیوں سے سب کی مرمت کر رہا ہے۔" (نزول المسیح صـ۸۴) پس یہاں سے بھی مسیح موعود کا نبی اللہ ہونا ثابت ہوا۔ کیونکہ خدا تعالےٰ کا قول و فعل اور اسکی نصرت و تائید اس امر کو پکار پکار کر کہہ رہے ہیں۔ کہ مسیح موعود واقعی نبی اللہ تھے۔ کیا کوئی ایسی نظیر دنیا میں ہے۔ جس کے نشانات تو خدا تعالےٰ اپنی کمیت و کیفیت و ثبوت کے لحاظ سے تمام انبیاء سے باستثناء نبی کریم افضل قرار دیوے۔ (دیکھو نزول المسیح صـ۸۴) بلکہ بطور افعل قرار دیوے۔ (دیکھو چشمہ معرفت صـ۳۷) اور وہ خود نبی نہ ہو۔ وھٰذا بہتان عظیم۔ ونعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔

پس یہ دس زبردست دلائل ہیں۔ جن سے مسیح موعود کا نبی اللہ ہونا لازم آتا ہے۔ کیا کوئی ہے۔ جو ان باتوں کا رد کر سکے۔ اس کے علاوہ اور بہت ہی زبردست دلیل آپ کے نبی ہونے پر مندرجہ ذیل ہے:۔

(از مسیح موعودؑ) "تم یقیناً سمجھو۔ کہ آج تمہارے لئے بجز اس مسیح کے اور کوئی شفیع نہیں۔ باستثنائے آنحضرت صلعم × × × × سچا شفیع میں ہوں۔ جو اس بزرگ شفیع کا سایہ ہوں۔ اور اس کا ظل" (دافع البلاء صـ۱۳) پس اپنے آپ کو سچا شفیع قرار دینا اس امر کی کافی سے بڑھ کر زبردست دلیل ہے۔ کہ مسیح موعود واقعی نبی اللہ تھے۔

تیئس ایسے حوالے جن میں صریح طور سے مسیح موعود نے اپنے آپ کو نبی اللہ کہا۔

منجملہ ہزارہا کھلی کھلی تحریروں کے جن میں مسیح موعود نے اپنے نبی اللہ ہونے کا کھلے لفظوں میں اقرار کیا۔ اس وقت صرف تیس حوالے ذیل میں درج کئے گئے ہیں۔ وہو ہذا۔

(۱) "نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا۔ اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں" (حقیقۃ الوحی صـ۳۹۰)

(۲) "پس خدا نے اپنی سنت کے موافق ایک نبی کے مبعوث ہونے تک وہ عذاب ملتوی رکھا۔ اور جب وہ نبی مبعوث ہو گیا۔ تب وہ وقت آیا۔ کہ ان کو اپنے جرائم کی سزا دی جاوے۔" (حقیقۃ الوحی صـ۵۲)

(۳) "میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ کہ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ × × × × کہ اس نے میرا نام نبی رکھا ہے۔" (حقیقۃ الوحی صـ۶۸)

(۴) "وما کنا معذبین حتّٰی نبعث رسولا۔ اس سے بھی آخری زمانہ میں ایک رسول کا مبعوث ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ اور وہی مسیح موعود ہے۔" (حقیقۃ الوحی صـ۶۵)

(۵) "واٰخرین منہم لما یلحقوا بہم۔ یہ آیت آخری زمانہ میں ایک نبی کے ظاہر ہونے کی نسبت ایک پیشگوئی ہے۔" حقیقۃ الوحی صـ۶۷۔

(۶) "صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا۔" حقیقۃ الوحی صـ۱۵۰

(۷) "جبکہ میں نے ثابت کر دیا۔ کہ مسیح ابن مریم فوت ہو گیا۔ اور آنے والا مسیح میں ہوں۔ تو اس صورت میں جو شخص پہلے مسیح کو افضل سمجھتا ہے۔ اسکو نصوص حدیثیہ اور قرآنیہ سے ثابت کرنا چاہیئے۔ کہ آنیوالا مسیح کچھ چیز ہی نہیں۔ نہ نبی کہلا سکتا ہے۔ نہ حکم جو کچھ ہے پہلا ہے۔" (حقیقۃ الوحی صـ۱۵۵)

(۸) "میں مسیح موعود ہوں۔ اور وہی ہوں۔ جس کا نام سرور انبیاء نے نبی اللہ رکھا ہے۔" (نزول المسیح صـ۴۸)

(۹) "میں رسول اور نبی ہوں۔ باعتبار ظلیت کاملہ کے میں وہ آئینہ ہوں۔ جس میں محمدی شکل اور محمدی نبوت کا کامل انعکاس ہے۔" (نزول المسیح صـ۲ حاشیہ)

(۱۰) "ایسا ہی خدا نے اور اس کے رسول نے بھی مسیح موعود کا نام نبی اور رسول رکھا ہے۔ اور تمام خدا تعالیٰ کے نبیوں نے اسکی تعریف کی ہے۔ اور اس کو تمام انبیاء کی صفات کا مظہر ٹھہرایا ہے۔" نزول المسیح صـ۴۸

(۱۱) "اس کے فیصلہ کے لئے خدا آسمان سے قرنا میں اپنی آواز پھونکے گا۔ وہ قرنا کیا ہے۔ وہ اس کا نبی ہوگا۔" (چشمہ معرفت صـ۳۱۶)

(۱۲) "اس طرح پر میں خدا کی کتاب میں عیسیٰ بن مریم کہلایا۔ چونکہ مریم ایک امتی فرد ہے۔ اور عیسیٰ ایک نبی ہے۔ پس میرا نام مریم اور عیسےٰ رکھنے سے یہ ظاہر کیا گیا۔ کہ میں امتی بھی ہوں۔ اور نبی بھی۔" (براہین صـ۱۸۹)

(۱۳) "خدا نے نہ چاہا۔ کہ اپنے رسول کو بغیر گواہی چھوڑے قادیان کو اسکی خوفناک تباہی سے محفوظ رکھے گا۔ کیونکہ یہ اس کے رسول کا تخت گاہ ہے۔ سچا خدا وہی ہے۔ جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔" دافع البلاء

(۱۴) "میں وہی مہدی ہوں۔ جس کی نسبت ابن سیرین سے سوال کیا گیا تھا۔ کہ کیا وہ حضرت ابوبکر صدیق کے درجہ پر ہے۔ تو انہوں نے جواب دیا تھا۔ کہ ابوبکر کیا وہ تو بعض انبیاء سے بھی بہتر ہے۔" مجموعہ اشتہارات صـ۳۷

(۱۵) صحیح بخاری۔ صحیح مسلم اور انجیل اور دانیل اور دوسرے نبیوں کی کتابوں میں جہاں میرا ذکر ہے۔ وہاں میری نسبت نبی کا لفظ بولا گیا ہے۔" (اربعین ۳ صـ۲۵)

(۱۶) "اور حدیثوں سے صاف طور سے ثابت ہے۔ کہ اگرچہ مسیح موعود ایک شخص امت میں سے ہے۔ مگر انبیاء کی اس میں شان ہے۔ پھر ایسے شخص کے حق میں صلوٰۃ اور سلام کیوں غیر موزون اور غیر محل ہے۔ × × × خدا سے ڈرو اور سمجھو۔ کہ جس شخص کو مسیح موعود کر کے بیان کیا گیا ہے۔ وہ کچھ معمولی آدمی نہیں۔ بلکہ خدا کی کتابوں میں اسکی عزت انبیاء علیہم السلام کے ہم پہلو رکھی گئی ہے۔" (اربعین صـ۲۲) (باقی آئندہ)

(مولوی عطاء اللہ خاں مولوی فاضل پلیڈر قادیان کے مضمون کا جواب جو مسمی فاضل علی ایڈیٹر دیہاتی نے فاروق میں شائع کیا)